ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ساجد اقبال
سکالر پی ایچ ڈی (اردو) انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
ڈاکٹر کامران عباس کاظمی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

غالب کی شاعری میں اذیت پرستی کی نفسیاتی توجیہات

Sajid Iqbal
Scholar Ph.D, Urdu, International Islamic University Islamabad.
Dr. Kamran Abbas Kazmi
Assistant professor, Urdu, International Islamic University Islamabad

Psychological Explanation of Masochism in Ghalib's Poetry

Naeem Al-Hamid is a well-known poet in Saudi Arabia. But in the Masochism is a psychological term used to describe people who take pleasure in suffering and pain. Basically the roots of this perversion are connected with the human sex life. Mosochism is related to death instinct. This instinct tries to push the organism towards an inorganic state. In Ghalib's poetry, masochism exists in a colourul style. At its core is the dominatnt atmosphere, mood, trauma of personal life and the story of the up heaval of collective life. In Ghalib's poetry, there is a large handful of feelings of inferiority, superiority, egoism, fear, jealously, delusion, despair and depression in the background of the psychology of masochism.

Keywords: *Ghalib, masochism, psychology, instinct, egoism, inferiority, superiority, fear.*

فرائیڈ نے انسانی نفسیات میں دو جبلتوں کی بہت اہم قرار دیا ان میں تحفظ ذات، تشہیر ذات اور بقائے نسل کی جبلت کو وہ جبلت حیات کہتا ہے اور غیر نامیاتی حالت کی طرف مراجعت پر مصر جبلت کو جبلت مرگ قرار دیتا ہے۔ زندگی کے عمل کو آگے بڑھانے کے لیے عضویہ خارجی حالات سے مقابلے کی کیفیت میں رہتا ہے۔ ماحول سے اس کی نبرد آزمائی ذات کی پہچان اور نسل کے ارتقا میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

گویا جنس اور ایغو کی جبلت جبلت حیات قرار پائی جو زندگی پر اصرار کی جبلت ہے۔ ایغو جبلت حیات کی نمائندگی بھی کرتا ہے اور اس کے لیے مزاحمت بھی! دوسری طرف جبلت مرگ ایک ایسی جبلت ہے جو ہر زندہ عضویے میں موجود ہوتی ہے جو اس غیر نامیاتی اساس کی طرف پلٹنے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ اس پر ماحول اور بیرونی اثرات واقع تو ہوتے ہیں لیکن حالت مرگ کی طرف لوٹنے کا عمل عضویے کے اندر ہی وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔ بقول ڈاکٹر نعیم احمد:

> جبلت مرگ تشدد اور جارحیت کا روپ اختیار کرتی ہے اور خارجی ماحول میں کسی کو اپنا نشانہ بناتی ہے لیکن جب اس کے رد عمل میں وہ خود جوابی جارحیت کا شکار ہوتی ہے تو خارجی جارح کو اپنا مثیل سمجھنے لگتی ہے۔ مثال کے طور پر جب بچہ چاہتا ہے کہ وہ باپ سے بغاوت کر دے تو وہ اپنی جارحیت کا اظہار کرتا ہے لیکن اسے جوابی جارحیت کا شکار بننا پڑتا ہے اور اسے سزا ملتی ہے۔ چناں چہ وہ خارجی اتھارٹی کو داخلی طور پر اپنالیتا ہے۔ اس طرح اس کا سپر ایغو تشدد اور جارحیت کو داخلی اصول بنالیتا ہے اب اگر ایغو سپر ایغو کے کسی اخلاقی حکم سے سرتابی کرتا ہے تو سپر ایغو اسے سزا دیتا ہے۔ خود ایذائی (Self-Punishment) یا اذیت پرستی کے پیچھے سپر ایغو کی جارحیت چھپی ہوتی ہے جو کہ دراصل جبلت مرگ کا ایک روپ ہے۔[1]

گویا جبلت مرگ سپر ایغو کی نمائندہ ہے۔ سپر ایغو تمام قسم کی اخلاقی اور مذہبی اقدار کے تحفظ و اطلاق کی راہیں ہموار کرتا ہے اور ان کے عملی نفاذ کے لیے حتمی اتھارٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسے تمام اشخاص جو غیر متشدد اخلاقی ضابطوں اور غیر نفرین پرہیز گاری کے قائل ہوتے ہیں ان کا ضمیر مسلسل شانتی کی حالت میں رہنے کی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے۔ فطری ترغیبات انھیں پریشان نہیں کرتیں کیونکہ ایسے اخلاق پرست غیر فطری انداز میں جبلی تقاضوں کو دباتے ہیں نتیجتاً یہ مستقل احساس جرم اور تشویش کا شکار رہتے ہیں۔

انسان جس انہماک اور دلچسپی کے ساتھ حیات بخش رویوں کو اختیار کرنے کی طرف رغبت رکھتا ہے اور اس کے لیے تن من دھن لگا دیتا ہے، اتنی ہی قوت کے ساتھ وہ جبلت مرگ سے متعلقہ منفی رجحانات کو اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ ان منفی رجحانات کی طرف علامتی صورت میں یا بالواسطہ طور پر بڑھتا ہے۔ اذیت پرستی بھی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

جبلت مرگ کے پیدا کردہ ان منفی رجحانات میں سے ایک انتہائی رجحان ہے۔

دنیاوی خواہشات، آرزوؤں اور امنگوں کا پورا نہ ہونا بعض افراد کے لیے عام سی بات ہوتی ہے لیکن حساس طبیعتوں کے لیے حسرتوں کا خون، مایوسی اور افسردگی لے کر آتا ہے۔ اس مایوسی سے نمٹنے اور اس کے ازالے کے لیے وہ یا تو بیروں تعزیری (extra punitive) کو اپناتے ہیں یعنی وہ خارجی طور پر ناکامیوں کے محرکات اور مہیجات پر شدید قسم کا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ طعن تشنیع اور برہمی کا اظہار کرتے ہیں۔ ادبی دنیا میں ہجو گوئی اس کی عام سی مثال ہے۔

دوسری صورت دروں تعزیزی (intra punitive) کی ہے جس میں فرد اپنے آپ کو تمام حالات کا ذمہ دار سمجھتا ہے وہ خود تعزیری اور خود ملامتی کا نہ صرف اظہار کرتا ہے بلکہ اس کی عملی صورتیں بھی اختیار کر لیتا ہے وہ اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر کے یا دوسروں سے تکلیف اٹھا کر خوش ہوتا ہے۔

تیسری کیفیت مصلحت کوشی (impunitive behavior) کی ہے جس میں فرد حالات کا اندازہ لگا کر انھیں سلجھانے کی اپنے تئیں کوشش کرتا ہے یا ان سے نباہ کی کوئی نہ کوئی راہ نکالتا ہے۔

اذیت پرستی کو عموماً جنسی زندگی کی کجروی سے جوڑا جاتا ہے جو انحراف کی مختلف صورتیں ادلتے بدلتے زندگی کے ہر شعبے اور ہر معاملے میں دخیل ہو جاتی ہے۔ شہزاد احمد کے بقول:

> جبلت مرگ تخریب اور موت کی جبلت ہے جب یہ جبلت لذت کے ساتھ مل جاتی ہے تو اندرونی اور بیرونی سطح پر درد سے لذت حاصل کرتی ہے۔۔۔ جبلت حیات (eros) کی طرح یہ بھی لبیڈو سے برآمد ہوتی ہے۔[۲]

> مساکیت: اسے ایذا پرستی بھی کہا جاتا ہے۔ مساکیت ایک نفسیاتی مرض ہے جس کا مریض اپنے آپ کو ایذا دے کر آسودگی محسوس کرتا ہے۔ نفسیات کا دعویٰ ہے کہ اس کجروی کی جڑیں فرد کی جنسی زندگی میں ہوتی ہیں۔[۳]

غالب کی شخصیت و شاعری میں اذیت پرستی کی تلاش کے لیے ہمیں غالب کے حالات زندگی اور ان کے ماحول کو سمجھنا چاہیے۔ غالب ابھی کم عمر ہی تھے کہ ان کے والد ایک جنگ کے دوران میں کام آئے۔ اس طرح بچپن ہی میں یتیمی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ چچا نصر اللہ بیگ نے پرورش کی ذمہ داری اٹھائی لیکن جب غالب کی عمر آٹھ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

برس کی ہوئی تو وہ بھی وفات پا گئے۔

غالب کا بچپن ننھیال میں گزرا جو مالی لحاظ سے کافی خوش حال تھے۔ غالب کو یہاں رہتے ہوئے اپنی کم حیثیتی اور محرومی کا احساس ضرور ہوا ہو گا کیوں کہ یتیمی ایک خاص کیفیت اور احساس سے دوچار کرتی ہے۔ کچھ کھو جانے اور تنہا رہ جانے کا احساس اور ساتھ دوسروں کی بلاوجہ ہمدردیاں دامنِ دل پر بوجھ سا بن کے رہتی ہیں۔ تیرہ سال کی عمر میں شادی ہوئی اور دلی آ گئے۔ شاہانہ ٹھاٹ باٹ اور عیش و طرب جو انھوں نے مختصر سی ننھیالی زندگی میں دیکھا وہ جلد ہی خواب و حسرت میں بدلتا چلا گیا۔ مالی دشواریوں نے جلد ہی تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ شراب نوشی ان کے مزاج کا حصہ تھی۔ جسے دلی والے اگرچہ برداشت نہ کرتے تھے لیکن منہ پر کچھ کہنے کی ہمت بھی نہ رکھتے تھے نتیجتاً گالم گلوچ سے آلودہ گمنام خطوط بھیج کر غالب کے دامنِ دل کو چرکے لگاتے رہتے۔

تہذیب کی دیواریں گر چکی تھیں۔ حکومت و سلطنت کا ناز اور درباداری کی ساری آسودگیاں بھی آہستہ آہستہ خواب ہوتی چلی گئیں۔ جوئے کے الزام میں گرفتار ہوئے، قید میں رہے، سزا پائی اور جہاں بھر کی ذلت کا احساس لے کر رہا ہوئے۔ جگر لخت لخت ہو گیا۔ قرض خواہوں نے ناطقہ بند کیا لیکن غالب کے پاس عرض ہنر کے سرمائے کے سوا کچھ نہ تھا۔

خانگی زندگی بھی کچھ ایسی مزے دار اور خوش گوار نہ تھی کہ جس سے تسکین جسم و جاں کی دولت ملتی۔ بیوی کے رشتے داروں کا طرز عمل بھی اچھا نہ تھا۔ تمام اولادیں یکے بعد دیگرے وفات پا گئیں۔ زین العابدین عارف کو محبت سے گلے لگایا تو سات آسماں گردش میں آ گئے اور ہمیشہ کی جدائی ڈال کر قیامت برپا کر گئے۔ دلی کو غالب عزیز از جاں سمجھتے تھے۔ اس کے بازار اجڑ گئے۔ رونقیں تہہ و بالا ہو گئیں۔ سنگتیں بچھڑ گئیں۔ نئے جاگیر دارانہ سماج سے پالا پڑا تو پرانی قدروں کے مٹنے کا شدید احساس انھیں تڑپا گیا۔ اس نئے سماج کی اساس خود غرضی کے ستونوں پر قائم ہوئی جسے دیکھ کر دل والے شکستگی اور تشخص کے بحران میں غلطاں ہو جاتے ہیں۔

> المیہ یہ تھا کہ ایسی قدریں جنھیں غالب نے حرزِ جاں بنا رکھا تھا اور جو ان کی شخصیت اور مزاج کا اشاریہ بن چکی تھیں، سیاسی اور معاشرتی انتشار کی فضا میں نہ صرف یہ کہ دھندلاتی گئیں بلکہ بُری طرح ان کی بے توقیری بھی ہوئی ان کی شکست اور بے توقیری غالب کے لیے ایک ذاتی اور نجی المیے کا حکم رکھتی تھی۔ (۴)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ان تمام حالات و واقعات نے اور ماحول کی سختیوں نے غالب کو شکست ذات کا حساس دلایا اور وہ اپنی انفرادیت کی کھوج میں تمام عمر سر گرداں نظر آتے ہیں۔ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

> خوف نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا، سبب شاید یہ تھا کہ ابتدا میں غالب کو ننھیال کے مالی رحم و کرم پر پلنا پڑا اور دیگر افراد خاندان کے مقابلے میں کم حیثیت کے سبب ان کو ڈستا رہا۔ غالب کا اپنے بارے میں رویہ زیادہ اہم ہو گیا۔ وہ عرفی طرح اپنی شاعری میں بار بار اپنا ذکر کرنے لگے۔ عرفی غالب کا پسندیدہ شاعر تھا۔ شاعری میں محبوب کی بجائے اپنی ذات اہم ہو گئی۔ مولانا حالی کا کہنا ہے کہ غالب عام راستے سے ہٹ کر چلتے تھے۔ انھوں نے وہ شعری اسلوب وضع کیا جس کا محرک قوی بہ ظاہر ذہنی نا آسودگی کو سمجھا جا سکتا ہے۔ غالب کا شعری سرمایہ اس ذہنی نا آسودگی کی ایک منقلب صورت ہے۔ (۵)

ان دگر گوں حالات میں غالب کی انا حقیقت اور حقیقی تقاضوں سے بار بار ٹکراتی ہے یوں حقیقت سے یہ تصادم انھیں احساس کمتری کی طرف دھکیلتا ہے۔ لیکن وہ کم تر حالت کو کسی طور قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے انھیں سلجوقی اور افراسیابی ہونے کا زعم ہے۔ عرفی اور نظیری کے ہم پلہ ہونے کا گمان ہے۔ تقلید کی روش سے آزاد ہونے کا خیال ہے گویا ایک احساس تفاخر ہے جو کمتری سے پھوٹا ہے اور مسلسل ترقی پذیر ہے۔ غالب کے ہاں یہ احساس تفاخر ہمیشہ موجود رہا۔ وہ اپنی انا اور انفرادیت کی چومکھی جنگ لڑتے رہے۔ اس جنگ میں جہاں وہ اپنی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں وہاں دوسروں کی مدحت اور خوش آمد بھی کرتے ہیں۔ قدرت نقوی کے بقول:

> وہ قدر ناشناسی کے اسیر بھی تھے جس کی شکایت انھیں ہمیشہ رہی۔ غالب بحیثیت شاعر عرفی، نظیری، ظہوری وغیرہ سے کم مرتبہ نہ تھے بلکہ ان کا مرتبہ کچھ بلند ہی تھا۔ ان شعرا کی قدر و منزلت کی داستانیں معلوم تھیں۔ غالب بھی ایسی ہی قدر منزلت کے خواہاں تھے۔ اس میدان میں بھی ان کو اپنی برتری کا حساس بہر حال رہا لیکن زمانہ نے ان کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس سے شعور کمتری کا پیدا ہونا ایک لدیدی امر تھا۔ غالب نے اپنی برتری کے لیے کوشش کی اور انھیں انگریزوں کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا جو انھیں بلند مرتبہ دے سکتا۔ (۶)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

غالب کا خارج سے تصادم انھیں احساس شکست سے دوچار کرتا ہے وہ اپنے تئیں اپنے آپ کو منوانے اور ثابت کرنے کے لیے کوئی کسر باقی نہیں رہنے دیتے لیکن دامن پھر بھی دوسروں کے ہاتھوں تار تار ہوتا رہا وہ اپنی اس کیفیت کا اظہار ایک خط میں نہایت دل گداز پیرائے میں کرتے ہیں:

> یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر؟ کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں: لو غالب کے ایک اور جوتی لگی۔ بہت اتراتا تھا کہ میں بہت بڑا شاعر ہوں اور فارسی داں ہوں آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب قرض داروں کو جواب دے۔ سچ تو یوں ہے غالب کیا مرا، بڑا ملحد مرا۔ بڑا کیا کافر مرا۔ ہم نے از راہِ تعظیم، جیسا بادشاہوں کو بعد ان کے "جنت آرامگاہ" و "عرش نشین" خطاب دیتے ہیں، چوں کہ یہ اپنے کو شاہ قلم رو سخن جانتا تھا "سقر مقر" اور "ہاویہ زاویہ" خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آیئے نجم "الدولہ بہادر" ایک قرض دار کا گریباں میں ہاتھ۔ ایک قرض دار بھوگ سنا رہا ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں "اجی حضرت نواب صاحب" نواب صاحب کیسے اوغلان صاحب! آپ سلجوقی اور افراسیابی ہیں۔ یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے؟ کچھ تو اکسو۔ کچھ تو بولو۔ بولے کیا۔ بے حیا، بے غیرت کوٹھی سے شراب، گندھی سے گلاب، بزاز سے کپڑا، میوہ فروش سے آم، صراف سے دام قرض لیے جاتا تھا یہ بھی سوچا ہوتا کہاں سے دوں گا؟(۷)

یہ خط وہ آئینہ ہے جس میں غالب کی شخصیت کے بہت سے گوشے عیاں ہو جاتے ہیں۔ حقیقت کتنی بھیانک اور اس کے اثرات کتنے دل خراش ہیں کہ غالب جیسا جہاں دیدہ انسان بھی سر پیٹتا ہے۔ واویلا کرتا ہے۔ دوسروں کے سامنے اپنی کجیاں کوتاہیاں کھول کے رکھ دیتا ہے۔ یہ وہ کرب ہے جو غالب کے دل و دماغ کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ جبلت مرگ غالب کو اندروں تعزیری (intra punitive) کی طرف شدید طور پر دھکیلتی ہے ذات بکھر کے رہ جاتی ہے اور انا شکست سے دوچار ہو کر پسپائی اختیار کرتی ہے۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

گلیوں میں مری نعش کو کھینچے پھرو، کہ میں
جاں دادۂ ہوائے سر رہ گزار تھا

طبع ہے مشتاقِ لذت ہائے حسرت کیا کروں
آرزو سے، ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے

شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذتِ فراغ
تکلیف پردہ داریِ زخم جگر گئی

غالب کی شاعری میں بہت سے مقامات پر قتل ہو جانے کی تمنا، مرنے کا خیال، فنا اور عدم کے تصورات، مقتل اور لاش کے خواب شدید افسردگی، مایوسی اور اذیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس طرح کے طرز بیاں میں شکست کی آواز شامل ہوتی ہے یہ شکست بیرونی بھی ہے اور اندرونی بھی۔

نہ گلِ نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

ڈاکٹر سلام سندیلوی کے خیال میں غالب کی شاعری میں موت کی تمنا مایوسی کی علامت ہے:

> غالب کے اشعار میں جب ہم کو لفظ قتل نظر آتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہیں۔۔۔ غالب نے جہاں کہیں اپنی شاعری میں فنا، عدم اور موت کے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ان کی یاسیت اور مخزونیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ (۸)

شاعر کے لاشعور سے موت اور اس سے وابستہ متعلقات کی آواز اور اس کے علامتی اظہار کا متنوع صورتوں میں بیان ہو جانا، زندگی کے کرب کو ظاہر کرتا ہے۔ موت سے ہم کنار ہونے اور اسے خوشی خوشی قبول کرنا اور اس کیفیت سے لذت یاب ہونا انسانی جبلتوں کا شاخسانہ ہے، جنھوں نے کج روی اختیار کر لی ہے۔ جبلت حیات جب اپنے فریضے میں ناکام ہوتی ہے تو اس کے متوازی جبلت انتہائی صورت میں اپنا اظہار کرتی ہے جس میں شکستگی، کنارہ کشی اور فراریت موت کی علامتوں اور متعلقہ لفظیات میں اپنا اظہار کرتی ہے۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

عشرت قتل گہِ اہلِ تمنا، مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر، میرے قتل کرنے میں، وہ اب لاویں گے کیا

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیش تر بھی، مرا رنگ زرد تھا

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نااُمیدی اس کی دیکھا چاہیے

غالب کے ہاں شکست کو تسلیم کرنے کے باوجود زندگی سے عہدہ برا ہونے کا خیال بھی ہمیشہ موجود رہا۔ وہ بہت سے تلخیوں کو ظرافت کے حوالے کرتے رہے یہ حقائق کی یورش سے نمٹنے کی ایک صورت تھی جو کسی طرح کم نہ ہو سکی۔ وہ اہل اختیار انگریز حکام کے لیے قصیدہ گوئی بھی کرتے ہیں لیکن ان کی زندگی کے دن نہ بدلے۔ کلکتہ کی تلخ وارداتیں، قتیل کے شاگردوں کی ان کے خلاف ہرزہ سرائی ان کی موت تک جاری رہی۔ غالب مخالفین کو مقدور بھر جواب دیتے اور ان سے جان چھڑانے کی کوشش بھی کرتے رہے۔

> کلکتے کی ادبی فضا غالب کے حق میں اس قدر مکدر ہو گئی تھی کہ ان کے جیسے انانیت پسند اور خوددار کو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا پڑا۔ یہاں تک کہ اپنے مخصوص احباب نواب سید علی اکبر خان اور مولوی محمد حسن خان کے ایماء پر اس ادبی تلخی کی عذر خواہی کی خاطر ایک فارسی مثنوی "باد مخالف" کے نام سے کہی۔ "باد مخالف" میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ غالب اپنی پنشن کی چارہ جوئی کے لیے کلکتے آئے ہیں۔ نزاع ان کا مقصود و مطلوب نہیں۔ (۹)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

پنشن کے حصول کے لیے انھوں نے کون سا حربہ استعمال نہ کیا سفارشیں کروائیں۔ انگریز حکام سے ملتے رہے۔ سفر اختیار کیے۔ امیدیں باندھیں لیکن انجام کار ہاتھ کچھ نہ آیا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:

> کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا ہے اور کیوں کر جیتا ہے۔ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند ہے اور میں سادہ دل فتوح جدید کا آرزو مند۔ اس پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے۔ سو ان کا یہ شیوہ اور شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب، نہ مہربانی کرتے ہیں نہ عنایت۔ (۱۰)

جوئے کے الزام میں انھیں جیل جانا پڑا۔ قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے اور جب رہائی نصیب ہوئی تو مارے خجالت کے بار بار کہیں نکل جانے کی تمنا کرتے ہیں۔ یہ حساس طبیعت کا وہ رد عمل ہے جو دنیا سے کنارہ کشی کو عافیت جانتا ہے اور حیات کو مصیبت! وہ ذاتی غم والم میں بکھر کر رہ گئے۔ بے چارگی کا شدید احساس انھیں برابر خوف و مبتلا کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے آپ کو منحوس خیال کرنے لگتے ہیں اور دوریٔ منزل کا تمام الزام اپنے سر دھرتے ہیں۔

ہر قدم دوریٔ منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُعد ہے
جتنا کہ وہم غیر سے ہوں پیچ و تاب میں

مرزا علاؤالدین خان علائی کے نام ایک خط میں وہ اپنے وہم کے متعلق رقم طراز ہیں:

> علاؤالدین خان تیری جان کی قسم میں نے پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا۔ مجھ کو اس سے وہم نے گھیرا کہ میری نحوستِ طالع کی تاثیر تھی میر امدوح جیتا نہیں۔ نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ ایک ایک قصیدے میں چل دیئے۔ واجد علی شاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے جس کی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے وہ عدم سے بھی پرے جا پہنچا۔ صاحب! دہائی خدا کی۔ میں نہ تاریخ ولادت کہوں گا نہ تاریخی نام ڈھونڈوں گا۔ (۱۱)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

وہ خود کچھ کرنے سے قاصر تھے۔ حالات بھی ساز گار نہ تھے۔ لہٰذا اندروں بیں ہوتے چلے گئے۔ اپنی ذات سے ان کی امیدیں اب محض فکری سطح پر آجاتی ہیں، جس سے استہزا اور ظرافت کے ذریعے وہ اپنی آپ کو بھی نہیں بخشتے اور دوسروں سے اگر طلب جوئی کی کوئی تمنا تھی تو وہ درد و الم کی تھی۔ اب مشکلیں اتنی آساں ہو گئی تھیں کہ غالب ان مشکلوں سے بھی لذت کشید کرنے لگے تھے۔ وحید قریشی کے بقول:

> قوت مدافعت ادھیڑ عمر کے آغاز ہی میں ختم ہو چکی تھی اس لیے غالب کی زندگی کے آخری ایام کئی امراض کی بنا پر بیرونی زندگی سے بہت حد تک کنارا کشی اور ذاتی افکار میں گم ہو جانے پر مبنی تھی۔ اپنی بے بسی اور بے چارگی پر غالب کڑھتے تھے اور بعض اوقات ان کی جھلاہٹ خود رحمی کی صورت میں ظاہر ہوتی اب وہ اپنی مصنوعی امارت پر استہزائی جملے بازی بھی کرنے لگے یہ اعصابی انحطاط میں ممکن ہے جگر کی خرابی کا حصہ بھی ہو لیکن اس کے شواہد نہیں ملتے وہ اپنی ذات کے خول میں سمٹ کر رہ گئے یہی خوف زدہ شخص کا حربہ ہے۔ (۱۲)

حالات کی سختی اور ماحول کی بے رحمی اذیت پرست بنا دیتی ہے۔ اذیت پرست عموماً اس خیال میں غلطاں رہتا ہے کہ اس کی عظمت، انفرادیت اور کامل شخصی صفات کے باعث اسے تکلیف دی جا رہی ہے اور اگر وہ ان خصوصیات کا حامل نہ ہوتا تو کسی کی اس پر نظر نہ پڑتی۔ لہٰذا اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے اذیت دی گئی ہے۔

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اذیت پرست انانیتی جذبے کے زیر اثر اپنی قدر و قیمت کا غلط اندازہ لگاتا ہے۔ وہ ایک خاص گمان میں ہوتا ہے اور اپنی فتح و کامرانی کو ہمیشہ دوسروں سے اخذ کرنے کا عادی ہوتا ہے۔

غالب کے معاملے میں بھی یہی حقیقت ہمیں نظر آتی ہے کہ وہ انانیتی جذبے کے زیر اثر اپنی شخصیت کے زعم میں مبتلا ہیں اور اپنے شخصی اوصاف کا غلط اندازہ لگاتے ہیں انھیں اپنی فن کارانہ صلاحیتوں پر فخر ہے، فارسی دانی پر ناز ہے لیکن حالات اتنے بدل چکے ہیں کہ ان کو فی الفور پذیرائی ملنا مشکل ہے۔ سلیم احمد لکھتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ غالب کی فارسی دانی اس کا کمال ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وبال ہے۔ یہ کمال یا وبال جو کچھ ہے، غالب کی فارسی دانی کا نہیں غالب کی ذہنیت کا ہے۔ یہ ذہنیت احساس برتری کی ذہنیت ہے بلکہ احساس کمتری کی غالب اپنے زعم میں دوسروں سے الگ تھلگ رہنا چاہتا ہے مگر الگ تھلک رہنا ایک دفاعی صورت بھی ہے اس کا فارسی دانی سے کوئی تعلق نہیں۔ (۱۳)

اپنی شخصیت کے بارے میں یہ گمان اور غلط اندازہ ہی ہے کہ اذیت پرست بخوشی اپنے آپ کو اذیت کے حوالے کر دیتا ہے بعینہٖ یہی صورت حال ہمیں غالب کے ہاں بھی ملتی ہے جگر کے زخم پر نمک پاشی انھیں سرور دیتی ہے اور اگر کوئی ستم سے ہاتھ کھینچ لے تو غالب کی حالت غیر ہو جاتی ہے۔

عشرتِ پارہ دل، زخمِ تمنا کھانا
لذت ریشِ جگر، غرقِ نمکداں ہونا

وا حسرتا! کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
ہم کو حریص لذت آزار دیکھ کر

زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن
غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن میں نہیں

ہے سنگ پر برات معاش جنون عشق
یعنی ہنوز منت طفلاں اٹھایئے

طبع ہے مشتاق لذت ہائے حسرت کیا کروں
آرزو سے ہے شکست آرزو مطلب مجھے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

غالب اپنی ذات اور وقار کے لیے ساری زندگی کوشاں رہے۔ اس مقصد کی خاطر وہ مبالغہ آرائی بھی کرتے ہیں اور جھوٹ موٹ کی مدح سرائی بھی۔ ان کا ذوق خود نمائی کبھی ماند نہیں پڑا۔ ''یہی وجہ ہے کہ وہ ساری عمر خلعت اور خطاب کے لیے انگریزوں کے در پر جبہ سائی کرتے رہے''(۱۴) وہ انفرادیت کی راہ کے ایسے مسافر ہیں جو سب کچھ اجاڑ سکتا ہے، دین دنیا لٹا سکتا ہے، خدا سے ٹکر لے سکتا ہے لیکن اپنی انفرادیت پر اصرار کو کبھی خیر باد نہیں کہہ سکتا۔ لیکن قدرت کی ستم ظریفی کہ ان کی ذات وہ لفظ بن جاتی ہے کہ جو کبھی شرمندہ معنی نہ ہوا مگر کوشش پھر بھی جاری رہی۔ ایک خط میں انھوں نے منشی شیونرائن کو لکھا:

> نواب اسد اللہ خان لکھو یا مرزا اسد اللہ خان بہادر کا لفظ دونوں حال میں واجب اور لازم۔(۱۵)

غالب کی انا پہاڑ جیسی بڑی ہے وہ مردانگی کے دعوے دار ہیں لیکن ایسی شخصیت جب اسفل صورت سے دوچار ہوتی ہے تو ٹوٹتی بھی اسی شدت سے ہے۔ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اپنی ذات کے دائرے میں سمٹ جاتی ہے۔ دوسروں کو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ انتقام لینے کی استطاعت نہیں تو پھر محض یہ خیال کہ قدرت حق اگر خُلد میں موقع دے دے تو انتقام ضرور لیں گے۔ دوسری صورت میں اپنی ذات بچ جاتی ہے جو انتقام کی زد پر آتی ہے اور اپنے لیے ہر لباس میں ننگ وجود ثابت ہوتی ہے۔

غالب کے پاس انا اور شکستہ انا دونوں جذبے شدت سے موجود ہیں۔ غالب ان دونوں کی انتہاؤں پر براجمان ہیں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ التباس ہے جو سب کو ان کی شخصیت اور شاعری سے متعلق وسوسے میں ڈالے رکھتا ہے۔

> اس کی انانیت میں خود فریبی اور خود ناشناسی کا پہلو زیادہ نمایاں معلوم ہوتا ہے عشق میں سر پھوڑنا چاہتا ہے لیکن خاص اہتمام سے کہ محبوب کا سنگ آستان نہ ہو، سوچتا محبوب ہی کے متعلق ہے، سر بھی اسے کے لیے پھوڑتا ہے لیکن ''سر گشتگی رسوم و قیود'' اس قدر شدید ہے کہ اس مقدس فریضے کے لیے کوئی اور آستانہ ڈھونڈتا ہے۔ گویا سرِ عشق کا ارمغاں نہیں، شکستہ انا کی جھنجھلاہٹ اور بے زاری ہے، دیر و حرم کو بھی اپنی واماندگیِ شوق کی پناہ سمجھتا ہے۔ ہر شعر میں انانوازی کرتا ہے اور التباس کو قبول کرتا ہے ''ہم

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو" سے اس التباس ذہنی کا پتہ چلتا ہے۔ خلوت غالب کے لیے انجمن نہیں۔ اسے خلوت کو انجمن "سمجھنا" پڑتا ہے۔ التباس صحیفہ، تو تخلیقی عمل کے لیے لازمی ہے لیکن غالب جابجا التباس کاذب کا بھی شکار ہو جاتا ہے اور اس التباس کاذب کو ندرت زبان کے ذریعے دل آویز اور دل پذیر بنانا چاہتا ہے۔(۱۶)

یہ التباس وہ اس لیے بھی پیدا کرتے ہیں کہ پڑھنے والا یہ نہ سمجھے کہ غالب بہت رنجیدہ ہے بلکہ اس رنجیدگی میں وہ ان کی عظمت کو دیکھے اور یہ محسوس کرنے پر مجبور ہو جائے کہ وہ عجب آزاد مرد تھا کہ جو ان مہیب سناٹوں اور دل گداز المیوں میں خوشی خوشی جیتا رہا۔ وہ غم سے لطف اندوز ہو کر یہی محسوس کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ غالب کوئی عام فرد نہیں۔ وہ ایسے فنکارانہ انداز میں زخم اور لذت یابی کو امتزاجی رنگ عطا کرتے ہیں کہ جذبہ ارتفاع حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ "وہ اپنی نفسیات کے باطن اور انسان کے باطن کا ایسا عالم پیش کرتے ہیں جو عام عالم سے الگ بھی ہے اور بالکل انفرادی بھی"۔(۱۷)

زخم پر چھڑکیں کہاں، طفلانِ بے پروا نمک
کیا مزا ہوتا، اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک
داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی، واہ واہ!
یاد کرتا ہے مجھے، دیکھے ہے وہ جس جا نمک
چھوڑ کر جانا تنِ مجروحِ عاشق حیف ہے
دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک
غیر کی منت نہ کھینچوں گا پے توفیرِ درد
زخم مثلِ خندۂ قاتل ہے، سر تا پا نمک
یاد ہیں غالب تجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چُنتا تھا نمک

غالب نے میدان محبت میں اپنی مردانہ انفرادیت برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ غالب کی شخصیت میں نرگسی خود پسندی کا رجحان زیادہ ہے۔ ان کی تمنا ہے کہ انھیں چاہا جائے۔ وہ عاشق سے زیادہ محبوب بننے کی کوشش

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کرتے ہیں اور اگر عاشق کے روپ میں سامنے آتے بھی ہیں تو اپنی انا کی قربانی دینے کے لیے ہر گز تیار نہیں ہوتے۔ ''محبوب ان کے لیے اہم سہی مگر داغ کی مانند ان کے اعصاب پر سوار نہیں۔''(۱۸)

غالب نے اگر عشق کیا تو صرف ایک دفعہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ ان کی باقی عشق و محبت کی شاعری محض ان جذبوں سے منسلک کیفیات کی نو بنو پیشکش ہے۔ غالب پر اس ایک عشق کی وارفتگی ایسی طاری تھی کہ عمر بھر اس کو یاد کرتے رہے۔

> بھئی مغل بچے بھی غضب کے ہوتے ہیں جس پر مرتے ہیں، مار رکھتے ہیں۔ میں بھی مغل بچہ ہوں، عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو مار رکھا تھا چالیس بیالیس برس کا واقعہ ہے با آنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا۔ اس فن سے بھی بیگانہ محض ہو گیا ہوں لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں اس کا مر نا زندگی بھر نہ بھولوں گا۔(۱۹)

''اس فن سے بیگانہ محض ہو جانا'' گویا ایک اقرار ہے گو جنس کے جذبات مرتے نہیں اگر ہاتھ میں جنبش نہ بھی ہو تو آنکھوں کا دم ہی تسکین اور آسودگی عطا کر دیتا ہے لیکن غالب کا اقرار بہت معنی خیز ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کوچے کی طرف سے ان کا دھیان کم ہو کر نئے فکری پیرائیوں میں ڈھل جاتا ہے۔ وہ محبت کرنے کے بجائے اب اس کی سنجیدگی پر غور کرنے لگتے ہیں اور گزری وارداتوں پر ہائے وائے کرتے ہیں۔

درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے
کیوں مری غم خوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوست داری ہائے ہائے
عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے
شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں
ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے
خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے
کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تارِ برشکال
ہے نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

جوانی کے اس حادثے نے غالب کو بہت رلایا جس کا اظہار وہ مختلف دوستوں سے وقتاً فوقتاً مختلف خطوط میں کرتے ہیں۔ محبت کے میلانات اور ان کے اذیت پرستانہ خیالات کی جتنی تصویریں ان کی شاعری میں بنتی ہیں وہ محض محبت کے بخشے ہوئے غم نہیں بلکہ ماحول کی وہ مجبوریاں اور محرومیاں ہیں جو محبت کے پیراہن میں شعری سرمائے کا حصہ بن جاتی ہیں۔

غالب دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی کا قائل ہے جو شخص سبک سر بن کر سر گرانی کا سبب دریافت نہ کر سکتے وہ بلاوجہ ظلم و ستم سے لذت حاصل نہیں کر سکتا اس لیے ہم یہ مفروضہ قائم کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ اذیت پرستی کسی نفسیاتی الجھن ہی کی پیدا کردہ ہو گی۔(۲۰)

دل حسرت زدہ تھا مائدہ لذت درد
کام یاروں کا بقدر لب و دنداں نکلا

جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

ملتی ہے خوئے یار سے نارالتہاب میں
کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ظلم کر ظلم! گر لطف دریغ آتا ہو
تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں

نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کا
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بھی بے مزا نہ ہوا

بحیثیت مجموعی ہم کہہ سکتے ہیں کہ غالب کی شاعری میں اذیت پرستی کے پیچھے ان کے مزاج اور ماحول کے ساتھ ساتھ ذاتی اور اجتماعی زندگی کے حوادث کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ ان کی اذیت پرستی کی نفسیات میں کمتری، برتری، انانیت، وہم، خوف، رشک، مایوسی اور افسردگی کے جذبات رنگارنگ صورتوں میں اپنا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

غالب اپنی انفرادیت کے اثبات کے لیے تاحیات کوشاں رہے جو ان کی شخصیت و شاعری کا سب سے مثبت پہلو ہے۔ یہی پہلو ان کے ہاں حقیقی زندگی کا آئینہ دار بھی ہے۔ یہ جبلت حیات کا وہ رخ ہے جس نے غالب کو غالب بنایا اور ان کی شاعری کو توانائی عطا کی لیکن جہاں جہاں ان کی انفرادیت اور انا کو دھچکا لگا اور اصول حقیقت کے آگے انھیں سر تسلیم خم کر دینا پڑا وہ اذیت کی طرف بڑھے ہیں۔ وہ اذیت پرستی کو اپنا شعار بتلا کر احتجاج اور اظہار کی امتزاجی کیفیت سے اپنی ذہنی آسودگی کا سامان کر لیتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نعیم احمد، ڈاکٹر "فرائیڈ نظریہ تحلیل نفسی" (لاہور، مشعل بکس، ۲۰۰۶ء)، ۷۸
۲۔ شہزاد احمد، "فرائیڈ کی تضیات: دو دَور (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)، ۱۷۶
۳۔ حفیظ صدیقی، "کشاف تنقیدی اصطلاحات" (اسلام آباد، ادارہ فروغ قومی زبان، ۲۰۱۸ء)، ۲۳۴
۴۔ شمیم حنفی، "غزل کا منظر نامہ" (علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۱ء)، ۹۴

۵۔ وحید قریشی، ڈاکٹر "خوف زدہ غالب اور عصری صورت حال" مشمولہ تحقیقات، مرتب: پروفیسر نذیر احمد، (نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ ۱۹۹۷ء) ۵۲۶۔۵۲۵

۶۔ سید قدرت نقوی، "غالب کون ہے" (ملتان، امروز پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۸ء)، ۱۸

۷۔ غلام رسول مہر، "خطوط غالب"، جلد اول (لاہور، مطبوعات مجلس یادگار غالب، ۱۹۴۹ء)، ۳۲۹۔۳۲۸

۸۔ سلام سندیلوی، ڈاکٹر، "غالب کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ" (لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۴۹ء)، ۱۷۵۔۱۷۴

۹۔ کلیم سہسرامی، "غالب اور بنگال"، مشمولہ غالب (کراچی، ادارہ یادگار غالب، شمارہ جنوری تا مارچ، ۱۹۷۴ء)، ۱۱۳

۱۰۔ بحوالہ تحقیق غالب از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۱ء)، ۲۷

۱۱۔ (مرتب) مالک رام، "خطوط غالب" (علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۶۲ء)، ۳۷۲

۱۲۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، "خوف زدہ غالب اور عصری صورت حال" مشمولہ تحقیقات، مرتب: پروفیسر نذیر احمد، (نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ ۱۹۹۷ء) ۵۲۷

۱۳۔ سلیم احمد، "غالب کون" (کراچی، مکتبہ المشرق، ۱۹۷۱ء) ۱۳۰

۱۴۔ یوسف سلیم چشتی، "شرح دیوان غالب" (لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، س۔ن)، ۶۸

۱۵۔ (مرتب) مالک رام، "خطوط غالب" (علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۶۲ء)، ۴۲۶

۱۶۔ محمد اجمل، ڈاکٹر، "کلیات ڈاکٹر محمد اجمل" (مرتب) ڈاکٹر امجد طفیل (لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ۵۲۵

۱۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، "تاریخ ادب اردو" جلد چہارم (لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۲ء)، ۱۵۹

۱۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "شعور اور لاشعور کا شاعر غالب" (لاہور، فیروز سنز، س۔ن)، ۶۹

۱۹۔ غالب، عود ہندی" (لکھنؤ، مطبع نول کشور)، ۱۵۵

۲۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "شعور اور لاشعور کا شاعر غالب" (لاہور، فیروز سنز، س۔ن)، ۶۷